کم و بیش

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۷



مرتبہ
نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "منفرد ردیف رنگ" کے زیرِ اہتمام
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۳۰۷ بتاریخ ۵ مارچ ۲۰۲۲ء پر مبنی برقی کتاب

کم و بیش

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۷

گروپ منتظمین:

ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر

مرتبہ:

نوید ظفر کیانی

موجِ غزل پبلیکیشنز

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/1736109056634616/

فہرست

ہاشم علی خان ہمدم

پیشِ رس۔ کم و بیش ۶

افضل اعجاز

کرتا ہے مجھ سے بات تو ہر روز بیش و کم ۷

ایم یاسین آرزو

غم ترے مجھ میں موجزن، کم و بیش ۷

حمزہ ارشد

جان کا ہوتا جو سودا کم و بیش ۸

ذوالفقار ہمدم اعوان

ماں باپ کی آنکھوں کے جو تارے ہیں کم و بیش ۸

روبینہ شاہین بینا

ہے تجھے گھورنے والا کم و بیش ۹

ساجدہ سحر

وہ تو آتا ہے میرے گھر کم و بیش ۹

سیدہ منور جہاں منور

کرتے تو ہیں وہ عشق کا اظہار کم و بیش ۱۰

صوفیہ حامد

یہ درد مرے ساتھ ہی رہنے دو، کم و بیش ۱۰

کوثر اسلام قائل

اب جان لبوں پر چلی آئی ہے کم و بیش ۱۱

کم و بیش۔ نظم ۱۱

محمد خلیل الرحمن خلیل

رکھتے نہیں محبوب کی پہچان کم و بیش ۱۲

محمد سلیم صدیقی

اُجڑے ہوئے آنگن میں وہ آئے ہیں کم و بیش ۱۲

نوید ظفر کیانی

دیکھا گیا اِک ایسا بھی درویش کم و بیش ۱۳

آرزوئے روز و شب ہے بیش و کم۔ نعت ۱۳

ہاشم علی خان ہمدم

ہر شخص کی قسمت میں یہ ہوتا ہے کم و بیش ۱۴

خوش تاب سرابوں کا تماشا ہے کم و بیش ۱۵

پیش رس

کم و بیش

خوش تاب سرابوں کا تماشا ہے کم و بیش
جو کچھ نظر آتا ہے، وہ دھوکا ہے کم و بیش
یہ حرف، سخن، شعر، غزل یوں نہیں ہمدمؔ
احساس پہ چھائی ہوئی دنیا ہے کم و بیش

فریب چشم پیش نظر دنیا کو رنگ رنگ پردۂ دل پہ منعکس کر کے حقیقت کا ادراک عطا کرتا ہے۔ ہونے نہ ہونے کی کش مکش خوش تاب تماشا ہے۔ تیسری آنکھوں سرابوں سے پار حقیقت دیکھ لیتی ہے۔ اِسی اَن دیکھی زمین سے حرف کے سوتے مصرع در مصرع غزلیہ و نظمیہ فضا کو آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔ یہی کشیدہ کاری موجِ غزل کا عرفان ہے۔

موج غزل عالمی مشاعرہ تخلیقی ادبی رستے پر شب و روز ریاضت کا سفر طے کر رہا ہے۔ پچھلے ہفتے غیر طرحی منفرد ردیف رنگ بہ حسن و خوبی منصۂ شہود پہ آیا۔ خوب صورت کلام پر مشتمل برقی مجلہ پیش خدمت ہے۔ اِس خوب صورت اشاعت کا اہتمام موج غزل پبلیکیشنز کے زیر اہتمام نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بیناؔ کی شبانہ روز محنت کا ثمرہ ہے۔ اللہ تمام اہل موج غزل کو صحت و سلامتی کے ساتھ شاد باد اور بامراد رکھے۔ آمین۔

ہاشم علی خان ہمدمؔ
منتظم موجِ غزل ادبی فورم



اقصیٰ اعجاز

کرتا ہے مجھ سے بات تو ہر روز بیش و کم
بے کل سی گزرے رات تو ہر روز بیش و کم

میں ہنستے ہنستے رو دوں ہمہ وقت چپ رہوں
ہے چل رہی حیات تو ہر روز بیش و کم

خود کو سبھی کے آگے میں مضبوط کر تو لوں
بکھرے یہ میری ذات تو ہر روز بیش و کم

میں کر ہی دوں عیاں جو حقیقت زبان سے
لوگوں نے رکھی گھات تو ہر روز بیش و کم

ہو جاؤں گی اسیرِ زنداں سے میں رہا
آتی ہے دل میں بات تو ہر روز بیش و کم



ایم یاسین آرزو

غم ترے مجھ میں موجزن، کم و بیش
دل کا اجڑا سا ہے چمن، کم و بیش

ہجرتوں کا ہوا بخار مجھے
چور زخموں سے ہے بدن، کم و بیش

بے وفا، بے وفائیوں سے تری
دل کا ویران ہے چمن، کم و بیش

دلِ عاشق پہ ناگوار رہی
اک جبیں پر پڑی شکن، کم و بیش

نام سے تیرے جاں، مہکتے ہیں
شہلا و نرگس و سمن، کم و بیش

سنگ دل مردہ خواہشوں کو، دے
آس اُمید کا کفن، کم و بیش

آرزو جی اُتار پھینکی ہے
آج جیون کی سب تھکن، کم و بیش



حمزہ ارشد

جان کا ہوتا جو سودا کم و بیش
راستہ خود سرک آتا کم و بیش

آنکھ میں سرمہ جو ڈالا کم و بیش
شب کو آنچل میں اُتارا کم و بیش

آئیں چھن چھن کی صدائیں کیا کیا
پیروں پہ آتا ہے غصہ کم و بیش

خود سے کرتا رہا تیری باتیں
ہر طرف خود کو ہی دیکھا کم و بیش

شام کی کرنوں سے ڈرتا ہی رہا
گھر سے سورج نہیں نکلا کم و بیش



ذوالفقار ہمدم اعوان

ماں باپ کی آنکھوں کے جو تارے ہیں کم و بیش
دنیا ہی میں جنت کے نظارے ہیں کم و بیش
دیکھو تو سہی آخری ہے سانس لبوں پر
چاہت میں تری جان ہی وارے ہیں کم و بیش
سوچا ہے یہی تم سے مراسم نہیں رکھنے
دشمن سے مراسم جو تمہارے ہیں کم و بیش
کیا ناز و ادا عشوہ و غمزہ تھے بلا کے
اور آخری ہچکی میں اشارے ہیں کم و بیش
یارب ہو عطا ایسی بصیرت کہ میں دیکھوں
بکھرے ہوئے رنگین نظارے ہیں کم و بیش
ایامِ جوانی کہ بڑے شوخ حسیں تھے
فرقت میں تری ہم نے گزارے ہیں کم و بیش
کھیلے ہیں محبت میں بھی ہم کھیل کچھ ایسے
ہر بار محبت سے ہی ہارے ہیں کم و بیش
صدیوں سے جدا پھرتے ہیں دو پیار بھرے دِل
کشتی کے مقابل وہی دھارے ہیں کم و بیش
آجاؤ نہ ہو جائے تمہیں دیر زیادہ
تیار ڈوبنے کو کنارے ہیں کم و بیش

روبینہ شاہین بیناؔ

ہے تجھے گھورنے والا کم و بیش
میرا بھائی، تیرا سالا کم و بیش

ہائے ہم کڑیوں کی شادی کا عمل
صاف ہے دیس نکالا کم و بیش

جب نظر آئے گُلِ لالہ اُسے
تاڑنے لگتا ہے لالا کم و بیش

کن حسینوں کو لئے ہو اندر؟
دِل کے باہر جو ہے تالا کم و بیش

آپ سے رشتہ بنانا ٹھہرا
کن گناہوں کا ازالہ کم و بیش

اُن سے پنجابی میں کیا بات کریں
وہ تو ہے سکنہ کیرالہ کم و بیش

آپ ہی سارے فسادوں کی ہیں جڑ
آپ کے لب پہ ہی نالہ کم و بیش

جاتی امرا کے محل سے ہے عجب
جو ہے طعنِ بنی گالا کم و بیش

واقعی ہیں تیرے شوہر بیناؔ
یا کوئی طوطا ہے پالا کم و بیش

ساجدہ سحرؔ

وہ تو آتا ہے میرے گھر کم و بیش
مل ہی لیتا ہے وہ مگر کم و بیش

سلسلے اُس کے بھی عجیب رہے
ہیں تعلق بھی بیشتر کم و بیش

میں تو حد سے بڑھی محبت میں
وہ مگر رکھتا ہے نظر کم و بیش

جو بہار و خزاں کا واقف ہے
رکھتا میری بھی وہ خبر کم و بیش

بیت جائیں نہ ماہ و سال کہیں
کر ہی لے قدر وہ سحر کم و بیش



سیدہ منور جہاں منوّر

کرتے تو ہیں وہ عشق کا اظہار کم و بیش
پر خود ہی مکر جاتے ہیں ہر بار کم و بیش

ناں ناں میں چھپی رہتی ہے ہاں ہاں بھی مسلسل
انکار کے پردے میں ہے اقرار کم و بیش

جس سمت بھی میں دیکھتی ہوں آنکھ اٹھا کر
دکھتے ہیں سبھی عشق کے بیمار کم و بیش

میں راہ محبت پہ چلوں کس طرح آخر
اس راہ پہ چلنا بھی ہے دشوار کم و بیش

منزل پہ پہنچنے سے تو قاصر ہی رہے ہم
آئے تو کئی قافلہ سالار کم و بیش

جی سکتی ہوں ویسے تو اکیلے بھی میں لیکن
کچھ ساتھ تمہارا بھی ہے درکار کم و بیش

اللہ نے جو فکر مجھے دی ہے منوّر
اس فکر سے کہہ لیتی ہوں اشعار کم و بیش

صوفیہ حامد

یہ درد مرے ساتھ ہی رہنے دو، کم و بیش
اس درد کی لذت کو بھی سہنے دو، کم و بیش

مل جائے گا اِک روز یونہی اس کو کنارہ
دریائے محبت میں بھی بہنے دو، کم و بیش

یہ آتش فرقت میں ہی بن جائے گا کندن
اس دل کو ابھی اور سلگنے دو، کم و بیش

مزدور کے ہاتھوں میں ہے بنیاد محل کی
مفلس کو بھی سنسار میں جینے دو، کم و بیش

اس دور ستم گار میں لازم ہوا پردہ
سر پر ابھی آنچل کو بھی رہنے دو، کم و بیش

شدت سے مرا صوفیہ، دل بیٹھ نہ جائے
اشکوں کی لڑی مجھ کو پرونے دو، کم و بیش



کوثر اسلام قائل

اب جان لبوں پر چلی آئی ہے کم و بیش
یہ قیدِ دل و جاں سے رہائی ہے کم و بیش

ہے دشنۂ مجبوری تلے گردنِ مزدور
مالک بھی ادارے کا قصائی ہے کم و بیش

کیا سوز ہے جو اِس کے ہر اک لے میں بسا ہے
یہ نغمہ کہاں ایک دُہائی ہے کم و بیش

جس کام کو آئے تھے وہی کر نہیں پائے
شاہی میرے نزدیک گدائی ہے کم و بیش

ٹوٹے ہوئے دِل جوڑتا آیا ہے سدا سے
قائل تیرا ہر شعر دوائی ہے کم و بیش



کوثر اسلام قائل

کم و بیش

تم نے پوچھا ہے میرا نام ہے کیا؟
نام میں کیا دھرا ہے، نام ہے کیا؟؟

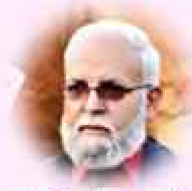
میں ہوں عامل، یہی ہے نام میرا
اور فاقہ کشی ہے کام میرا

عیش پرور امیر زادے ہیں
غم کے مارے غریب زادے ہیں

فکرِ امراء ہے پائیں کیا کیا وہ
فکرِ غرباء ہے، پائیں اب کیا وہ

آسماں ہے تمام تیرے لئے
غمِ جاں ہے تمام میرے لئے

تو نے مفہومِ بیش و کم پوچھا
تو ہی بتلا کہ میں بتاؤں کیا!



محمد خلیل الرحمٰن خلیلؔ

رکھتے نہیں محبوب کی پہچان کم و بیش
دُنیا میں وُہ عاشق ہیں نہ انسان کم و بیش

ہر وقت جو رکھتا ہے ملاقات کا جذبہ
اِک بار بنا لے مجھے مہمان کم و بیش

ملتا نہ تھا لیکن وہ ملاتا رہا نظریں
آنکھوں کو ملا کرتی تھی مُسکان کم و بیش

دُشمن نہ گرا سکتا تھا چاہت کا گھروندہ
ہو جاتے اگر ہم دو بھی یک جان کم و بیش

کرتا ہے گلہ شکوہ جو محبوب کا ہم سے
اِس دل میں محبت کا ہے فقدان کم و بیش

جس شخص کی خاطر مَیں زمانے سے لڑا تھا
محفل میں کسی ہوتا قدردان کم و بیش

دِل توڑ نہ سکتا تھا خلیلؔ اس کے کبھی بعد
کر لیتا محبت کا تُو اشنان کم و بیش



محمد سلیم صدیقیؔ

اُجڑے ہوئے آنگن میں وہ آئے ہیں کم و بیش
جو غم بھی ملے اُن سے ہی پائے ہیں کم و بیش

وہ جس کی بہاروں کا سماں یاد رہے گا
رستے میں اُسی یاد کے سائے ہیں کم و بیش

وہ جن کی حکومت ہے مری فکر و نظر میں
دِل میں بھی وہی لوگ بسائے ہیں کم و بیش

سوچا تھا انھیں دیکھ کے رووں گا کبھی میں
پر زخم کسی اور کو بھائے ہیں کم و بیش

اب وہ ہی مرے درد کا درماں بھی کریں گے
جیون میں غمِ عشق جو لائے ہیں کم و بیش

شمع کی طرح جلتی رہی ہے کوئی خود بھی
پروانے ہزاروں جہاں آئے ہیں کم و بیش

صدیقیؔ جو ہر دل کا ہی ناسور بنے ہیں
مجھ پر بھی اُسی درد کے سائے ہیں کم و بیش



نوید ظفر کیانی

دیکھا گیا اِک ایسا بھی درویش کم و بیش
ہر بات پہ کہتا تھا کم و بیش کم و بیش

اُس وقت بھروسہ نہیں دم کا میرے یارا
جب دال کا بن جائے زبر پیش کم و بیش

ڈھونڈو گے تو تنکوں کے نکل آئیں گے گٹھڑے
مولانا کی دیکھو نہ یونہی ریش، کم و بیش

یہ بات سمجھتی ہی نہیں قومِ مچھندر
ہم جیسے غریبوں کا بھی ہے دیش کم و بیش

ہم آپ کبھی اہلِ سیاست کو نہ سمجھے
پانی بھی نہ لے، ان کا ہے وہ نیش، کم و بیش

ہڈی نظر آجائے تو چپہ دین، چپہ دنیا
سلمان بھی بن جاتا ہے راجیش، کم و بیش

دیتا ہے ہمیں علمِ قیافہ پہ وہ لیکچر
آتا ہے نظر گرگ جسے میش، کم و بیش

بھولے سے بھی فدوی جو رہِ راست پہ آیا
ہر طور کی مشکل ہوئی درپیش کم و بیش

کیا ظلم ہے، دولت نے بھی گھر دیکھا اُسی کا
جو cash کو کہتا ہے سدا "کیش"، کم و بیش



نوید ظفر کیانی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

آرزوئے روز و شب ہے بیش و کم
اِک حضوری کی طلب ہے بیش و کم

زائرِ طیبہ پہ رشکاں ہے نظر
دیدہ و دل پر غضب ہے بیش و کم

راستے رہ رہ کے تکتے ہیں مجھے
میری ہر جانب عرب ہے پیش و کم

ذکر اُن ﷺ کا ہے وظیفہ قلب کا
نام اُن ﷺ کا زیبِ لب ہے بیش و کم

اُن ﷺ کی الفت سے ہے دِل کی لو بلند
میرے جینے کا سبب ہے بیش و کم

دھڑکنیں لبیک کی اصوات ہیں
کیفیت دِل کی عجب ہے بیش و کم

عشق اُن ﷺ کا ہے لہو میں موجزن
اُن ﷺ سے ہی نام و نسب ہے بیش و کم

چھوڑ دے پیچھا مرا حرصِ زماں
دِل تراتب تھا نہ اب ہے پیش و کم

راستہ رب تک پہنچنے کا ظفرؔ
خواہشِ محبوبِ رب ہے بیش و کم



ہاشم علی خان ہمدمؔ

ہر شخص کی قسمت میں یہ ہوتا ہے کم و بیش
دنیا میں جو ہنستا ہے، وہ روتا ہے کم و بیش

یوں ہی تو شجر زاد کو ثمرہ نہیں ملتا
مٹی میں کوئی بیج تو بوتا ہے کم و بیش

کانٹوں پہ تو چلتا ہے وہ ہنستے ہوئے لیکن
پھولوں سے بھری سیج پہ سوتا ہے کم و بیش

تدبیر سے تقدیر کے چکر میں رہا ہوں
کولہو میں کسی بیل کو جوتا ہے کم و بیش

بارش سے نکھرتا ہے تر اریشمی پیکر
یہ ابر مرے داغ بھی دھوتا ہے کم و بیش

اِک پھول درِ ہجر پہ آنے نہیں دیتا
پاؤں میں کوئی خار چبھوتا ہے کم و بیش

رونا تو مقدر ہے مگر صبر سلامت!
کوئی تو مرے اشک سموتا ہے کم و بیش

افکار کے موتی وہ بکھرنے نہیں دیتا
اسرار کی مالا جو پروتا ہے کم و بیش

وہ دودھیا شانوں سے پھسلتا ہوا آنچل
احساس کشیدہ کو بلوتا ہے کم و بیش

دیکھا نہیں جاتا ہے وہ نمناک سا چہرہ
بھیگے ہوئے دامن سے بھگوتا ہے کم و بیش

تقدیر میں جو فرض شدہ بار گراں ہے
انسان اسی بوجھ کو ڈھوتا ہے کم و بیش

اے میرے تصور میں سمٹتے ہوئے ہمدمؔ
وجدان کے دریا میں یہ غوطہ ہے کم و بیش



ہاشم علی خان ہمدمؔ

خوش تاب سرابوں کا تماشا ہے کم و بیش
جو کچھ نظر آتا ہے، وہ دھوکا ہے کم و بیش

ہر موج کنارے پہ ترا عکس لیے ہے
بے خواب نگاہوں کا جزیرہ ہے کم و بیش

اُس پار اندھیرے سے نکلنے کی طلب ہے
اُس پار محبت کا اجالا ہے کم و بیش

مہکے ہیں گلابوں سے خد و خال کسی کے
خوش بو سے مزین وہ سراپا ہے کم و بیش

یوں ہی مری پلکوں پہ چراغاں نہیں ہوتا
آنکھوں کا تبسم وہ ستارا ہے کم و بیش

سورج کے نکلنے میں ابھی دیر لگے گی
لگتا ہے دھندلکے میں سویرا ہے کم و بیش

ہر خواب کی تعبیر مجھے در پہ ملی ہے
خواہش کا سفر پھر بھی ادھورا ہے کم و بیش

کہتے ہیں محبت میں خسارا نہیں ہوتا
پر عشق دل و جان کا سودا ہے کم و بیش

بہتی چلی جاتی ہے مری چشم تمنا
یہ وقت مرے خواب کا دریا ہے کم و بیش

یہ گندمی رنگت ہی مجھے دل سے بھلی ہے
گورا ہے ترا رنگ نہ کالا ہے کم و بیش

وجدان میں احساس کی حیرت کا نگر ہے
یہ دشت تخیل بھی تو صحرا ہے کم و بیش

یہ حرف، سخن، شعر، غزل یوں نہیں ہمدمؔ
احساس پہ چھائی ہوئی دنیا ہے کم و بیش

ہر ماہ نئے رنگ

پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ

دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ

تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ

چوتھا ہفتہ: پابند ردیف رنگ

ان شاء اللہ